وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ المسمّٰی

الدلیل المحکم
علیٰ
قراءۃ الفاتحہ للمؤتم

باہتمام حافظ مولوی محمد عبد الاحد بماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۰۵ ہجری

بتصحیح مولوی محمد فضل الرحمن صاحب

در مطبع مجتبائی واقع دہلی حُسنِ طبع یافت

5	J 16	J 17	J 18	J 19	J 20	J 21	
0	J 41	J 42	J 43	J 44	J 45	J 46	
5	J 66	J 67	J 68	J 69	J 70	J. 71	
0	J 91	J 92	J 93	J 94	J 95	J ·96	
15	J 116	J 117	J 118	J 119	J 120	J 121	J

بالعرض پھر موصوف بالعرض بھی ایک موصوف بالذات کے لیے متعدد ہو سکتے ہین
اور اسی تقریر سے یہہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ ضروریات وصف کی ضرورت فقط موصوف
بالذات کو ہو گی البتہ آثار وصف موصوف بالعرض کی طرف وصف کید باتھہ آئین گے یہی
وجہہ ہی کہ اسباب محرکہ کی فقط کشتی کو ضرورت ہی البتہ تبدل اوضاع جو آثار حرکت مین سے ہہ
کشتی کی حرکت کی بدولت مثل حرکت کشتی نشین کو بھی میسر آجاتا ہی۔ گزارش ثانی یہ ہی کہ لفظ
دال علی الوصف سے حقائق شناسون کے نزدیک موصوف بالذات ہی مراد ہو گا ہان اگر
کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اوس وقت موصوف بالعرض بھی مراد لے سکتے ہین۔ عرض ثالث
یہہ ہی کہ جیسے ایک چیز کو باعتبارات مختلفہ معنی اور مدلول اور موضوع لہ اور مفہوم وغیرہ
کہہ سکتے ہین یا ایک شخص کو باعتبارات مختلفہ باپ بیٹا چچا بھتیجا وغیرہ کہہ سکتے ہین ایسے ہی
نماز کو باعتبارات مختلفہ صلوۃ ذکر طاعۃ حسنہ وغیرہ کہہ سکتے ہین مگر جیسے معنی ومدلول وغیرہ اسماء
یا باپ بیٹا وغیرہ القاب کیلئے اعتبارات جدے جدے ہین اور آثار جدے جدے مثلاً باپ
کیلئے تعظیم ہی۔ او بیٹے کے ذمہ اطاعۃ اور خدمت ایسے ہی نماز کے اسماء والقاب مین خیال
کرنا ضرور ہے۔ عرض رابع یہہ ہی کہ جیسے سائلون کے عجز و نیاز و آداب و تعظیم و دعا و ثنا
باین وجہ کہ بغرض سوال ہی ہوتے ہین یا انجاح سوال کے بعد سوال پر متفرع
ہوتے ہین سب از قسم سوال سمجھے جاتے ہین یا اوپلے لکڑی وغیرہ سامان پخت و پز
کھانے ہی کی مد مین لکھے جاتے ہین اور یہی وجہ ہی کہ سب کے دام یون کہا کرتے ہین
کہ کھانا اس مہینہ مین اتنے مین پڑا یا کھانے مین اتنا صرف ہوا ایسی ہی نماز کے
اون افعال کو جو باعتبار ذوات افعال اعتبار صلوۃ کے تلے اون کا داخل کرنا حقیقت
شناس وا نہین رکھ سکتا باین نظر کہ مقصود اصلی اون سے وہ اعتبار صلوۃ ہے یعنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک
نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین
انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین امین
اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی و ازواجہ امہات المومنین
و ذریتہ و اھل بیتہ کما صلیت علی سیدنا ابراھیم انک حمید مجید ہ

بعد حمد و صلوٰۃ اول چند باتین عرض کرتا ہون اوس کے بعد مطلب اصلی عرض کرونگا
اول تو یہ گذارش ہے کہ اوصاف دو طرح کے ہوتے ہین۔ ایک تو بالذات دوسرے
بالعرض۔ مگر اوصاف بالعرض حقیقت مین وہی اوصاف موصوف بالذات ہوتے ہین
جو بوجہ ارتباط باہمی موصوف بالعرض کی طرف مجازاً منسوب ہو جاتے ہین چنانچہ
مشاہدہ احوال کشتی و جالسان کشتی سے واضح ہی غرض یہہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس
صورت مین وصف واحد ہوتا ہی پر موصوف متعدد کوئی موصوف بالذات کوئی موصوف

مروی عنہ خطا آئے تو کہیں سے آئے ہان احکام قسم ثانی مین گہ و بیگاہ خطا کا بھی احتمال
ہوتا ہی اور اس لیے احتیاط کی بھی ضرورۃ ہوتی ہی البتہ اتنی بات مقرر ہے کہ انبیاء کرام
علیہم السلام کی خطا کی اصلاح ضروری ہی اس دعوی پہ احادیث کثیرہ شاہد ہین پھر اس پہ
مرتبہ بشریۃ سے دور نہین اس لیے اس مین کچھ کاوش کی حاجۃ نہین ان پانچ باتون کی
بعد گذارش ہی کہ صلوۃ کیلیئے طول تو ایک رکعت ہی زیادہ نہین چنانچہ احادیث کثیرہ مثل من
ادرک رکعۃ من الصلوۃ الخ من ادرک رکعۃ من الجمعۃ الخ من ادرک رکعۃ من الصبح الخ
من ادرک رکعۃ من العصر الخ اسپر شاہد ہین ورنہ تخصیص رکعۃ لغو ہی اور حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ
الکتاب بعد لحاظ اس امر کے کہ ہر رکعۃ مین ضرورۃ فاتحہ ہی وہ جس قسم کی ضرورۃ ہی اس کی
مویدا و ہر شب معراج مین بوجہ تخفیف پچاس نمازون کے بعد فقط پانچ کا رہجانا اس طرف
مشیر ہی کہ انجاب پچاس کا ہنوز باقی ہی اور کیون نہو مقتضای تخفیف بشہادۃ عقل سلیم
یہی ہی اور اگر کہین اس کے مخالف نظر آئے تو وہان بوجہ تخفیف ہی باعث تقلیل نہین
ہوئی بلکہ کسی حسن و قبح کا لحاظ بھی شریک حال ہی اس صورۃ مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی قوۃ و ہمت سے یہہ توقع ہے کہ آپ اس مستحب محبوب کو بوجہ ترک نہ
کرتے ہون مگر رسول اللہ صلعم کی صلوۃ شب و روز کو تتبع کیا تو پچاس ہی رکعتین ہوتی ہین۔
ہان اگر کبھی دنکو کچھ کمی ہوگئی تو رات کو غالبًا جبر و نقصان فرماتے تھے اور رات کو کچھ نقصان
رہ گیا تو دنکو اوس کو پورا فرماتے تھے اس معمول نبوی صلعم کو دیکھیے تو اس سے بھی
یہی سمجھ مین آتا ہی کہ طول صلوۃ ایک رکعۃ تک ہی مگر چونکہ دشواری پچاس بار کی حاضری
مین تھی گو ایک ہی رکعت کیلیئے کیون نہو تو تخفیف مین تنقیص اوقات زیادہ ملحوظ رہی
علاوہ برین فقہا کا یہ ارشاد کہ صبح کی نماز کی ایک رکعت کے ملنی کی بھی امید ہو تو بطور

اوس کے سامان ہین یا اوسپر متفرع ہین یعنی اوس کے آثار ہین داخل صلوۃ سمجھنا لازم ہی
مگر جیسے اوپلے لکڑیکو باوجود لحوق مذکور نہ وہان رکھ سکتے ہین جہان کھانیکو رکھتے ہین ونکی
لئے اگر کوٹھری یا صحن ہی تو اونکے لیے دیگیں کابی وغیرہ اور نہ وہ آثار اونپر بذات خود
متفرع ہوتے ہین جو کھانے پر متفرع ہوتے ہین نہ ان مین وہ مزا ہے نہ راحت روح افزا
ہی روٹی وغیرہ کو پانی توے گھڑے وغیرہ کی حاجت اور لکڑی اوپلے وغیرہ کو آفتاب
کی ضرورت توڑنے پھوڑنے کی حاجت ایسی ہی افعال صلوۃ وملحقات صلوۃ کو باہم متغائر
سمجھئے اور اگر اس سے بھی زیادہ روشن مثال کی ضرورت ہو تو سنئے رعایا کو بغرض عرض
مطلب و استماع احکام شاہانہ دربار شاہی مین جانیکی ضرورۃ ہوتی ہی اور اسیوجہ سے تمام
آداب و تعظیمات جو وقت حضوری دربار بجالاے جاتے ہین سوال ہی کی مدمین شمار
کئے جاتے ہین مگر جیسے عرض مطلب کیلئے زبان اور استماع حکم کے لیے کان چاہئیں
حضوری دربار کے لیے شست وشوی دست وپا وردی اور درستی لباس کی ضرورۃ ہی
اگر حضور نہوتا تو اوس کی کچھہ حاجۃ نہ تھی اور عرض مطلب و استماع حکم نہوتا تو زبان و کان
کی حاجۃ نہتی ایسی ہی اعتبار صلوۃ کے اور احکام ہین اور اعتبار حضور کے اور احکام
البتہ جیسے عرض مطلب وغیرہ بحضور متصور ہین ایسی ہی تحقق اعتبار بحضور متصور نہین
البتہ جیسے دربار کا جانا اور آداب کا بجالانا سب از قسم سوال ہی سمجھی جاتی ہین اور کیونکر
نسمجھی جائین حضور دربار اسی لئے ہی بذات خود مطلوب نہین ایسے ہی اعتبار صلوۃ اور اعتبار حضور
کو متغائر اور متلازم خیال فرمالیجیے۔ عرض نہم یہہ ہے کہ احکام انبیاء کرام علیہم السلام
دو قسم کے ہوتے ہین ایک تو از قسم روایۃ اور ایک از قسم درایۃ اول مین تو احتمال خطا
ممکن نہین انبیاء کرام علیہم السلام صادق ومصدق ہوتے ہین وہ راوی خدا یتعالی

حق ضمانت امام سے ادا ہو تو مقتدیوں کی برات بھی متصور نہیں اور مقتدیوں سے واجب ادا ہو
تو امام کی برات میں کلام نہیں غرض فساد نماز امام سے مقتدیوں کی نماز کا فاسد ہو جانا وغیرہ امور
اس پر شاہد ہے کہ مثل حرکت کشتی صلوۃ امام مقتدیوں کی طرف منسوب ہو جاتی ہے اور جیسے کہ سکون
کشتی سے سکون جالس ضرور ہے اور سکون جالس سے اوسی کا سکون لازم آتا ہے اور دوسرے تک
متعدی نہیں ہوتا ایسے ہی درباره فساد یہاں بھی یہی حال ہے پھر سے وجہ یہ ہے کہ جیسے بوجہ
تندی ہوا وغیرہ موجبات اضطراب سے اگر کشتی مضطرب ہوتی ہے تو جالسان کشتی کا اضطراب
یعنی تہ و بالا ہونا ضروری ہے اور فقط کشتی نشینوں کو اگر ہوا تند لگے تو نہ وہ تہ و بالا ہو کشتی اور [illegible]
اور وجہ اوسکی وہی اتحاد حرکت بطور معلوم ہے اور اسی وجہ سے اس اضطراب عدم اضطراب سے
یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ادھر سے افاضہ اور ادھر سے استفاضہ ہے ایسے ہی سہو امام سے سب پر سجدہ
سہو کا لازم آنا اور مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ کا لازم نہ آنا اتحاد صلوۃ پر بطور معلوم دال ہے اور
اوسکو دیکھ کر اہل فہم یہ سمجھ جاتے ہیں کہ امام کی طرف سے افادہ اور ادھر سے استفادہ ہے خصوصاً جیسے
رکوع و سجود میں تقدیم و تاخیر کا مقتدیوں کے حق میں ممنوع ہونا بشہادۃ فطرت سلیمہ اس پر
شاہد ہے کہ امام ہی کی نماز مقتدیوں کی طرف منسوب ہے ورنہ وہ صورۃ استقلال ہے مخالفت لغو تھی پانچویں
امام کے سترہ کا مقتدیوں کے حق میں کافی ہو جانا چنانچہ حدیث ابن عباس وغیرہ شاہد ہے اسپر دلالت
کرتا ہے کہ اصل مصلی تو امام ہے اور مقتدی اوس سے مستفیض ہیں الغرض صلوۃ امام و مقتدی بوجوہ
مذکورہ واحد ہے امام اصل اور موصوف بالذات ہے اور مقتدی تابع اور موصوف بالعرض اور جیسے یون
نہو اگر اختلاف تشکلات قمر وغیرہ معلومہ سے قضیہ نور القمر مستفاد من نور الشمس کا یقین ہو جاتا
ہے تو یہاں بھی استفادہ معلوم کا یقین ضروری ہے اس لیے ضروریات اعتبار صلوۃ یا یون کہیے
ضروریات اعتبار اتصاف بالذات مثل قرات سب امام کے ذمہ پڑینگے اور ضروریات اتباع یا یون

معلوم سنت صبحکو ادا ہی کرلے کچھ یہی کہی ہی کہ وہ بھی صلوۃ ایک ہی رکعت کو سمجھتے ہین یعنی
جب تک کہ ادای صلوۃ بالجماعۃ ممکن ہو سنت موکدہ صبحکو ترک نہ کرے دونو فضیلتون کو
جمع کرے ہان اجتماع ممکن نہو تو پہر جماعت زیادہ ضرور ہی بایں ہمہ بعد اتمام رکعۃ عود
ارکان سابقہ بھی بحکم فطرت سلیمہ اسی پر دال ہی کہ صلوۃ واحد ایک رکعۃ پہ تمام ہوجاتی ہی اس
صورۃ مین دو دو رکعت اور تین تین رکعت اور چار چار رکعۃ کو ایک صلوۃ کہنا باین اعتبار
ہی کہ فصل بالاجنبی کی اجازۃ نہین مگر جیسے اس صورۃ مین صلوۃ متعددہ کو ایک صلوۃ بوجہ
مذکور سمجھتے ہن ایسی ہی صلوۃ امام و مقتدے کو بوجہ لاۃ وجوہ لاحقہ واحد ہے بوجہ تعدد
مصلیین متعدد سمجھتے ہین وجہ اول تو یہہ ہی کہ افضلیت امام علی الترتیب معلوم اس بات پر
شاہد ہی کہ جیسے حرکت کشتی نشینین سرعۃ و بطوء استقامۃ و استوارۃ وغیرہ مین تابع حرکۃ کشتی ہے
ایسی ہی فضیلت و نقصان مین صلوۃ مقتدی تابع صلوۃ امام ہی یہی وجہ ہوئی کہ امام کا اعلم
و اقرء و اورع وغیرہ ہونا محمود و مستحب ہوا اگر دونوں کی نمازین جدی جدی ہوتین اور اس امر مین
ایک دوسرے سی مستقل و مستغنی ہوتا تو آگے پیچھے کھڑا ہونا کچھ اس بات کو مقتضی نتھا کہ امام ایسا
ہونا چاہئے ورنہ بہت سی منفرد بھی اس حکم کے مخاطب ہوتے الغرض مثال کشتی و جالسان کشتی
اگر امام کی طرف سی افاضہ اور مقتدیونکی طرف سے استفاضہ نہین تو افضلیت امام پھر کاہیکی لئے ہی
دوسرے حدیث الامام ضامن اسبات پر شاہد ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدیون کی نماز کا
فساد لازم ہی اور مقتدیکی نماز فاسد ہو تو اوسی کی فاسد ہوگی اور کسیکی نماز فاسد نہوگی تفصیل اس
اجمال کی یہہ ہی کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہی اور ظاہر ہے کہ اداے حق ضمانت سی اصل مدیون
بری ہوجاتا ہی ورنہ بار دین اوسکی گردن پر رہیگا اور مدیون اگر عوض مال ہو دی ضامن کو بدے
تو مدیون ہی کے ذمہ مطالبہ رہیگا ضامن کے ذمہ کسی کا مطالبہ نہ رہیگا اس لئے یہہ ضرور ہے کہ

بے کہئے ضروریات اتصاف بالعرض مثل نیت اقتدا سب مقتدیون کے ذمہ اور ضروریات اعتبار حضور مثل رکوع وسجود وغیرہ دونون مین مشترک شرح اس معما کی یہ ہی کہ صلوۃ کو تو صلوۃ باعتبار عروض معروض معلوم و اتباع احکام مقررہ جو قرأۃ فاتحہ اور قرأۃ سورۃ مین ہوتا ہی کہتے ہین وجہ اس کی اول تو یہ ہی کہ لفظ صلوۃ بدلالۃ فقہ اللغۃ اس جانب مشیر ہی کہ دعاے لسانی مقصود ہی دوسرے جیسے قوۃ باصرہ وغیرہ قوی کو دیکھنے سننے کیلئے بنایا اور اس لئے یہ امور ان قوی کے حق مین طبعی ہین ایسے ہی بدلالۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون نفوس انسانی کو عبادت کیلئے بنایا ہی اور اسی وجہ سے عبادۃ انکے حق مین ایک خواہش طبعی ہوگی مگر چونکہ طاعۃ وعبادۃ اوسکو کہتے ہین کہ مطاع ومعبود کی موافق مرضی کیا کرے مگر اوسکی مرضی کا جاننا اوسکے بتلانے پر موقوف ہی اس لیے بالضرور بحکم شوق عبادۃ خدا تعالےٰ سے استدعای ہدایۃ ضرور ہوئی سوال مین یہی استدعا اور استدعا کے جواب کے استماع کیلئے یہ افضل العبادات یعنی نماز مقرر ہوئی قیام کا اس لیے موضوع ہونا تو خود ہی ظاہر ہے رہا رکوع وسجود اگر نظر سرسری سے دیکھیے تو یہ بھی مثل سبحانک اللھم اوس کے ملحقات مین سے ہین اگر سبحانک اللھم بمنزلہ سلام دربار ہی تو رکوع وسجود مثل آداب نیاز وقت انعام ہین یعنی جب سوال اھدنا الصراط المستقیم کے بعد سورۃ پڑہی گئی تو بدلالت ذلک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین یہ معلوم ہوا کہ سائل کا سوال پورا ہو گیا اور اوس کی امید پوری ہو گئی اس لیے اس انعام کے شکریہ مین آداب و نیاز بجالانا اوسکے ذمہ ضرور ہوا البتہ اس تقریر کے موافق یہ مناسب تھا کہ سارا قرآن بعد فاتحہ ہر رکعۃ مین پڑہا جایا کرتا کیونکہ مجموعہ کتاب کی نسبت یہ ارشاد ہی ہدی للمتقین شاید یہی وجہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے بعض اوقات ایک رکعۃ مین سارا قرآن پڑہ لیا تھا مگر جیسے پانی کے ہر قطرہ کو پانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہتے ہین ایسے ہی قرآن کے ہر ٹکڑے کو

القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ان اگر یہ اصلیۃ وتبعیۃ نہوتی تو جیسے دو منفرد اگرچہ قریب ہی
قریب کیون نہون دربارہ قرأت ایک دوسرے کا کفیل نہین ہوتا تو یہان بھی ایک کو دوسرے
کا ضامن نکہتے اور یہہ بھی نہین تو کبھی اولٹا تو ہوتا مگر اسی کیا کیجیئے کہ امام کی قراءۃ تو سب کے
نزدیک ضرور ٹھہری اس صورۃ مین تدبیر استماع و انصات بجز اسکے اور کیا ہی کہ مقتدی
خاموش رہین مگر چونکہ اصل وجہ اس قرأت اور اس استماع و انصات کی وہی اصلیت
امام وتبعیۃ مقتدی ہی تو صلوۃ سری بھی اس قصہ مین ہمسنگ صلوۃ جہری نظر آتی ہی اسی
بنا پر یہہ ارشاد ہوا من کان لہ امام فقراۃ الامام الخ اور کما قال رہی حدیث عبادہ جو وجوب
قرأۃ فاتحہ علی المقتدی پر دلالۃ کرتی ہی اول تو اوس کے ثبوت مین کلام دوسرے اگر ہی
بھی تو حسن ہی صحیح نہین اور اگر بعض محدثین کی تقلید کیجئے اور صحیح بھی کہیے تو آیہ مذکورہ
کی معارض نہین ہوسکتی اوسکی وجہ سے مفہوم آیۃ مین تاویل کرنی یا تخصیص کرنی جس کا
حاصل وہ نسخ ہی زیبا نہین اوسکو آیۃ سے منسوخ کہین تو زیبا ہی ہان نسخ بوجہ نسخ موجہ
زیادہ دلنشین ہوتا ہی اسلیے یہ گذارش ہی کہ جیسے ارکان خمسہ اسلام مین تدریج ملحوظ رہی ہی
یعنی صلوۃ و زکوۃ اول فرض ہوئی پھر جہاد پھر صوم پھر حج ایسے ہی ایک ایک حکم کو دیکھئے
تو اکثر احکام مین یہی تدریج نکلیگی خاصکر صلوۃ حدیث حضرت معاذ رضی جو ابوداؤد مین دربارہ
تحول احوال صلوۃ مروی ہی اوسپر شاہد ہی اور اول سلام و کلام کا جائز ہونا پھر بوجہ قوموا للہ
قانتین اونکا ممنوع ہونا بھی اس طرف مشیر ہی سو بعد غور یون معلوم ہوتا ہی کہ جیسے تعمیر مکان
سے پہلے مادہ تعمیر و سامان عمارت یعنی اینٹ چونا لکڑی وغیرہ فراہم کیا جاتا ہی اور اوس وقت
نہ وہ ترتیب ملحوظ رہتی ہی جو وقت تعمیر پیش آتی ہی چنانچہ بسا اوقات کڑیان اور شہتیر اینٹون اور
پتھرون سے پہلے خرید لیتے ہین اور وہ پتھر اور اینٹین جو سب سے اوپر لگائی جاتی ہین سب سے پہلے آجاتی ہین

تحقیق سوال قالی سے مقدم ہو لیکن ظہور مین اوس سے متاخر بلکہ اوسکا محتاج تھا اس لیے
وہ افعال جو بالطبع مظہر احوال مشار الیہ ہون وضع مین سوال قالی سے موخر ہے مگر اس صورۃ
مین نماز کے تمام ارکان کا استدعا استماع کیلیے موضوع ہونا زیادہ تر روشن ہوگیا اور یہ بھی روشن ہوگیا کہ
افضلیہ طول قنوت غلط نہین اور یہ بھی روشن ہوگیا کہ جیسی ایمان باینوجہ کہ وہ نیت ایک عام اور عزم انقیاد
مطلق ہی تمام اعمال سے افضل ہی حالانکہ ہر عمل مین نیت خاص کا ہونا ضرور ہی ایسی ہی صلوۃ
باینوجہ کہ اوس مین استدعاے ہدایہ مطلقہ اور اظہار امتثال مطلق ہوتا ہی جملہ عبادات سے افضل ہی
اور کیون نہو زکوۃ و صوم تو قطع نظر اس سے کہ ایک امتثال خاص ہین اصل مین عبادۃ ہی نہین
بوجہ الحاق امتثال ہر عبادۃ بن جاتی ہین ورنہ لازم آئے کہ خدا تعالی سب سے زیادہ عابد ہی
کیونکہ زکوۃ اصل مقصود داد و دہش ہوتی ہی اور صوم مین اصل مقصود تنزہ سو ظاہر ہی کہ ان دونون
باتون مین خدا تعالے سب سے زیادہ ہی رہا حج اوسکے ارکان اگرچہ مثل ارکان صلوۃ باعتبار اصل
طبیعت بتوسط محبت انقیاد پر دلالۃ کرتے ہین مگر چونکہ اوس کے افعال اصل مین مظہر شیون
محبت ہین تو وہ عموم اور اطلاق عبودیت کہان جسپر صلوۃ دلالۃ کرتی ہی محبت ہر چند سامان [illegible]
ہی مگر اسکے بعض آثار مثل تنگدلی و غیرت وغیرہ بسا اوقات بظاہر موہم انقیاد ہو جاتے ہین
علاوہ برین اصل انقیاد اور واسطہ انقیاد مین بہت فرق ہی حج مین واسطہ انقیاد ہی اور نماز
مین اصل انقیاد و علی ہذا القیاس جہاد وغیرہ طاعات کو خیال فرما لیجئے لیکن وہ صورتیکہ دربارہ
اعتبار صلوۃ جو اصل مقصود من الصلوۃ ہی چنانچہ اختصاص و اشتہار بنام صلوۃ بھی اوسپر شاہد
ہی امام اصل ٹھہرا اور مقتدی اوسکے تابع اور اس سے مستفید تو بحکم انصاف بالذات ضروریات
اعتبار صلوۃ یعنی فاتحہ جو ایک عرضی بندگان سراپا اخلاص در استدعاے مطیعان با وفا ہی
در سورت وغیرہ جو حکمنامہ احکم الحاکمین ہی امام ہی کی جانب ملا یہی وجہ ہی جو یہ ارشاد ہوا اذا قری

بھی کافی ہی علاوہ برین اگرکچھ عذر قابل استماع ہو تو قیام ورکوع وسجود واحد بھی کافی ہوا
کرے علی ہذا القیاس قیام اور دو سجدون سے نماز ہو جایا کرے اسوقت نہ دونون آیتون
مین تعارض باقی رہتا ہی اور نہ اعتراض ظنیت حدیث بوجہ تخصیص دربارہ فرضیۃ قراۃ علی الامام
والمنفرد قادح ہو سکتا ہی اگرچہ جواب اعتراض مذکور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ آیہ فاقرؤا دربارہ قراۃ
خاص ہی اور عموم وخصوص بعض اگر ہے تو باعتبار مخاطبین ہی اسلیے اگر قطعیت مبدل بالظنیت
ہوگی تو دربارہ تعین مخاطبین ہوگی نہ درباب قراۃ پر جیسے بدلالۃ حدیث صید جسمین احتیاط
پر نظر کرکے اوس صید کو حرام کردیا ہی جسکے اصطیاد مین اور کتا بھی شریک ہو جائے ایسے ہی
بوجہ احتیاط اون لوگونپر قراۃ فرض ہوگی جنکا حکم قراۃ سے خارج ہونا کسی دلیل
سے ثابت نہین ہوا اگر حرمۃ مستحق احتیاط ہی تو فرضیۃ بھی یہ استحقاق رکھتی ہی بالجملہ
آیہ فاقرؤا اور آیہ اذا قرئ القرآن مین تعارض ہی اور نہ حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب
وغیرہ احادیث دالہ علی وجوب قراۃ فاتحہ اور آیۃ مین تعارض ہی ہان البتہ حدیث عبادہؓ
اور آیہ اذا قرئ القرآن مین باعتبار منطوق تعارض ہی پر بوجہ اشارات مذکورہ حدیث مذکور کا تقدم
اور آیۃ کا تاخر بنسبت تقدم آیۃ وتاخر حدیث زیادہ ترچسپان ہی پھر اونپر حدیث کی صحت مین
ادہر قائلان وجوب قراۃ فاتحہ علی المقتدی کو دیکھا کہ فکر تعمیل آیۃ سے غافل نہین صحابہ
کرام مین حضرت ابوہریرہؓ اور ائمہ فقہ مین حضرۃ امام شافعیؒ کو ایجاب فاتحہ علی المقتدی
مین زیادہ تشدد ہے مگر حضرت ابوہریرہؓ تو تتبع سکتات امام ارشاد فرماتے ہین اور حضرۃ
امام شافعی کے مقلدونکو دیکھا کہ امام بعد فاتحہ دیر تک ساکت کھڑا رہتا ہی اوس وقت مقتدی
فاتحہ پڑھتے ہین سوا اس کے کہ سکتات امام اور سکتہ طویلہ مبین الفاتحہ والسورۃ کو ایک تجویز
اضطراری کہئے اور کیا کہئے حدیثون مین مرفوعا شاید کہین یہ دونون باتین ہون اگرچہ

کہ بالفرض یہہ حدیث بھی معارض ہوتی تو یہہ بھی بمقابلہ قرآن شریف واجب الترک تھے مگر ہمکو
کیا کیجئے کہ یہہ حدیث اصلا معارض نہین حاصل منطوق حدیث مذکور یہ ہی کہ ایک صلوۃ کیلئے
ایک فاتحہ چاہئے سو باعتبار طول ایک رکعۃ ایک صلوۃ تھی اسلئے ہر رکعۃ مین فاتحہ ضروری
ہوئی اور باعتبار عرض صلوۃ امام و مقتدی صلوۃ واحد ہی یہان بھی ایک ہی فاتحہ کافی
ہوگی الغرض احادیث مذکورہ مین سے حدیث عبادہؓ گو باعتبار منطوق قرآن سے متعارض
ہو مگر بوجہ اختلاف زمان جسپر شہادۃ فطرۃ سلیمہ موجود ہی تعارض نہین کیونکہ تعارض کیلئے وحدۃ
زمان بھی ضرور ہی جو منجملہ ہشت وحدات تناقض ہی اور حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب مین
باعتبار منطوق بھی تعارض نہین گو اہل ظاہر کو معلوم ہوتا ہو البتہ تعارض فاقرؤا کا کھٹکا ہنوز
باقی ہی اوس کی مدافعۃ کیلئے یہہ گذارش ہی کہ قراۃ باعتبار صلوۃ مطلوب ہی اور بحکم بعض مقدمات
معروضہ ضروریات صلوۃ کی ضرورۃ مصلی بالذات اور اس وصف کے موصوف بالذات کو ہوگی
اس لیے مخاطب فاقرؤا سوائے امام منفرد کے اور کوئی نہین ہو سکتا اور کیونکر ہون بدلالۃ
سیاق و سباق مخاطب فاقرؤا مصلی ہین اور اطلاق مصلی موصوف بالذات بالصلوۃ پر تو حقیقی ہی اور
موصوف بالعرض پر مجازی کیونکہ وہ واقع مین مصلی ہی نہین ہوتا اس صورت مین خطاب
فاقرؤا مین مقتدی داخل ہی نہونگے جو اخراج کی ضرورۃ پڑے بلکہ مدرک رکوع کا بالاجماع
اس حکم سے سبکدوش ہونا اسی کی تفسیر ہی کہ مقتدی حقیقۃ مین مصلی ہی نہین اور اسلیے
فاقرؤ کے مخاطب فقط امام و منفرد ہین مقتدی نہین اور یہی وجہ ہوئی کہ قیام اوس پر فرض
نہوا کیونکہ قیام بوجہ قراۃ مطلوب تھا جب قراۃ ہی اوسکے ذمہ نہین اور نہ وہ حکم قراۃ
مخاطب تو پھر مطالبہ قیام بیسود ہی باقی وجوب قیام رکعات باقیہ بحکم حضور سی نہ بحکم صلوۃ
ـت کے بعد اس تاویل کی کچھ حاجۃ نہین کہ للاکثر حکم الکل تین فرضون مین سے دو کا ادا ہوجانا

سے منتزع ہوتا ہی اوسمین اختلاف ہو تو وہ درحقیقت اختلاف انتزاع ہی اور تعارض ظن و تخمین ہے
اگر مراتب انتزاع مین سب برابر ہین تو بشرط تساوی مشاہدہ اعتبار مین بھی برابر ہونگے اونکے
بعد جو کوئی کہیگا اونھین کے حوالہ سے کہیگا جسکو متاخرین مین سے منجملہ ائمہ جرح و تعدیل کے کسیکا
اعتقاد زیادہ ہوا اوسنے اوسیکا اتباع کیا ایک کا اعتقاد دوسرے کے حق مین واجب اللحاظ نہین جو اوسکا
قول قول فیصل سمجھا جاوے یہہ بات درایت مین متصور ہے یعنی اگر کسی نے مبنا احکام کا پتا لگا دیا
جیسا کہ بشرط انصاف اوراق معروضہ مین ہوا ہی تو پھر ہر حکم ٹھکانے لگجاتا ہی اور اسلئے اوسکا
قول قول فیصل ہوجاتا ہی پھر اگر حدیث عبادہ اوطرق سے مروی ہی تو حدیث من صلی بھی باللفظ
یا بالمعنی اوطرق سے مروی ہی بامام محمد کی موطا کو مطالعہ فرمائیگا اوسمین بعض طرق ایسے بھی نکلینگے
انشاء اللہ کہ علی شرط الشیخین ہون اور یہ بات سراسر تعصب اور ناانصافی کی ہی کہ امام محمد اور امام
ابوحنیفہ کا روایت مین اعتبار ہی نہ کیا جائے اگر روایت مین فقہاء کا اعتبار نہین تو اورونکا بدرجہ
اولی نہوگا کیا کیجئے اس ویرانہ مین مواد کتب حدیث کا بالکل پتہ نہین اور دیوبند و سہارنپور
مین اگر بعض کتابین ہون بھی تو یہان سے دور علاوہ برین کچھ بوجہ تواتر امراض ناتوانی کچھ بوجہ کم
کی تن آسانی کتاب دیکھنے ایک موت ہی ورنہ اس باب مین بھی کچھ لکھتا بناچاری اپنے ہی خیالات
پر اکتفا کرتا ہون میرے احباب تو بوجہ حسن ظن و محبت تحقیقات دانشمندانہ سمجھینگے پر اور لوگ شاید
ان خیالات کو خیالات شاعرانہ سمجھین اسلیے لکھنے کو بھی جی نہین چاہتا مگر دنیا بامید قائم ہون
سمجھکر کہ شاید آپ کو بھی مشرب موافق مذاق نظر آئے کچھ تو لکھ چکا ہون اور کچھ اور لکھتا ہون سنیئے
شاید تقریرات گذشتہ کو سنکر کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر امام موصوف بالذات ہی اور اسوجہ سے امام اور
مقتدی کی نماز واحد ہی تو مقتدی کے ذمہ طہارۃ اور ستر عورۃ اور استقبال قبلہ اور رکوع و سجود بھی
نہونا چاہیے یہہ بار بھی امام ہی کے سر رہا ہوتا اور یہہ سبحانک اور تسبیحات اور التحیات اور درود و دعا

تجویز بلحاظ آیۃ مذکورہ نہین تو اور کیا ہی جس صورۃ مین آیۃ مذکورہ قائلان وجوب فاتحہ علی
المقتدی کے نزدیک بھی واجب التعمیل ٹھری اور خود اونکے تجویز غیر مروی تو اس صورت
مین یہی بہتر نظر آتا ہی کہ حدیث من صلی صلوۃ الخ وغیرہ کیطرف رجوع کیا جاوے اور اونکی
تجویز سے تو اوس کی تعمیل بہتر ہی ہوگی اور کیون نہو اول تو اس بارہ مین احادیث
مرفوع الاسناد اور بھی موجود ہین چنانچہ امام محمد کی موطا مین موجود ہین اور اگر اسی روایۃ
پر قناعۃ کیجاوے اور اس سے قطع نظر کیجاوے کہ قوۃ درایۃ قوۃ روایت سے مقدم ہے
چنانچہ انشاء اللہ واضح ہوجائیگا موقوف تو اوس کی صحۃ مین کلام ہی نہین پھر باوجود اشتہار
نص لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب حضرۃ جابرؓ کا یہ ارشاد لیے اسکے مقصود ہی نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہو احتمال اجتہاد لیے تاویلات رکیکہ چسپان نہین ایسی احادیث موقوف
بھی مرفوع کے حکم مین ہین علاوہ برین اگر اجتہادی تھا تو ایسا تھا کہ آب زر باید نوشت یعنی
جب امام دربارہ صلوۃ موصوف بالذات ہو تو پھر مقتدی پر بار قراءۃ بے موقع نظر آیا اور اسکے
ساتھ آیہ اذا قرئ القرآن کو مانع قراءۃ دیکھا اور آیہ فاقرؤا کو اسکے موافق پایا مخالف
[illegible] عبادہ کو بوجہ تدریج مشار الیہ منجملہ احکام سابقہ سمجھا ان سب باتون کے
لحاظ کے بعد اس اجتہاد کو غلط کہنا مناسب نہین ہان کسی نص کا تعارض ایسا ہوتا
کہ اوسکی مدافعۃ کی کوئی صورۃ ہی نہوتی تو البتہ محل تامل تھا اسوقت تو غور سے دیکھئے تو حدیث
عبادہ اور آیۃ اذا قرئ القرآن کا تعارض ایسا ہی کہ بے تجویز تنسیخ سکتات یا سکتہ طویلہ مشار الیہا
اوسکی موافقۃ کی کوئی تدبیر نہین اور ظاہر ہی کہ یہ دونون تجویزین غیر مروی باقی روایۃ مرفوع
اوسکی کسی طریقہ مین کلام ہی تو ایسی کلام تو حدیث عبادہؓ مین بھی موجود ہے محمد بن اسحاق کی
تعدیل اگر کسی نے کی تو اونکا قول فیصل نہین ہوسکتا روایۃ کا حال اول تو مشاہدہ افعال

مقتدی کے ذمہ واجب ہین تو بمقتضاے وصف صلوۃ نہین ورنہ لازم تھا کہ بمقتضاے
حکم لاصلوۃ اول سے آخر تک سوا فاتحہ کچھ نہ پڑھا جاتا بلکہ وجوب علی المقتدی یا استحباب بمقتضاے
وصف حضور ہین اور مین پہلے عرض کر چکا ہون کہ یہہ دونون اعتبار متغایر ہین گو ایک ہی مصداق
پر عارض ہون اور اگر یہہ خیال کیا جاے کہ اصل صلوۃ وہ قراءۃ معہودہ اور رکوع و سجود وغیرہ
ملحق بالصلوۃ تو اتحاد مصداق بھی نہین رہتا الحاصل یہہ دونون اعتبار متغایر ہین اور ہر ایک کے
آثار اور مقتضیات جدے جدے ہین چونکہ حضور ہین دونون برابر ہین تو اُسکے آثار بھی مشترک رہین گے
اور صلوۃ مین امام منفرد ہے تو قراءۃ جو اوسکی مقتضیات مین سے ہے امام ہی کے ساتھ خاص ہوگی
اور نیت اقتدا جو مقتضیات استفادہ اور اتصاف بالعرض مین سے ہے مقتدی کے ساتھ مخصوص
رہیگی اور چونکہ موصوف بالذات کو موصوفات سے استغنا لازم ہے تو اُسکے مہتمات امت نوعی اور
ہوتے ہین یہہ استبعاد بھی مندفع ہو جائیگا کہ سبحانک اللہم تسبیحات اور التحیات تو مقتدی کے ذمہ ہین و حالانکہ
فی حد ذاتہ چندان ضروری نہین اور قراءت جو بمقتضاے آیۃ فاقرؤا ضروری ہے بالخصوص فاتحہ جسکی ضرورت
پر نص قاطع لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب موجود ہے اوسکے ذمہ نہ ہی اور بعام طور پر اس مضمون کو بیان کیجیے
تو پھر اوسکی یہہ صورت ہے کہ آداب دربار اور سلام تو سبھی حاضران دربار بجا لایا کرتے ہین پر عرض مطلب کے وقت اور
استماع جواب کیلیے کوئی ایک ہی آگے بڑھا کرتا ہے اور کسی لائق ہی کو آگے بڑھایا کرتے ہین اسیطرح اگر
سبحانک اور تسبیحات اور التحیات اور تکبیرات سب بجا لائین اور قراۃ جو درحقیقت عرض مطلب ہے یا اوسکا
جواب ہے امام ہی کے ذمہ ہو تو کیا بیجا ہے اس صورت مین بھی امام کی فضلیت کے محمود اور مطلوب ہے اوسکی وجہ معلوم
ہو جاتی ہے اس سب گذارش کے بعد پھر گذارش ہے کہ حسب ارشاد فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول
ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر و احسن تاویلا ترک قراۃ خلف الامام قراۃ المقتدی سے خیر و احسن
معلوم ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ جیسے کم فہمون کو حجت ترک قراۃ قواعد مقررہ شرع پر منطبق ہے ہم

اور تکبیر و تسلیم بہی جسید رجہ مین مطلوب ہین اوسی سے مطلوب ہوتے اس لئے یہ گذارش ہے کہ عروض
وصف کیلئے یہ ضرور ہے کہ معروض یعنی موصوف بالعرض احاطہ موصوف بالذات سے خارج نہو دریا مین
بہی کہین ہونا استفادہ حرکت سفینہ کیلئے کافی نہین اوسکے احاطہ مین ہونا ضرور ہے شعاعون کو نور سے
مستفید ہونیکے لیے بعد مجرد ہین سے کیفما اتفق کہین ہونا کافی نہین اونہین کے احاطہ مین
ہونا ضرور ہے ایسی ہی امام سے استفادہ صلوۃ کیلئے کہین ہونا کافی نہین اوسی کے احاطہ مین
صلوۃ ہونا ضرور ہے مگر امام کے ہر قول و فعل سے نمایان ہے کہ وہ بقدر وسعت حال ادہر سے غائب
ہوگیا اور خدا کی درگاہ بے نہایت مین حاضر ہے خطاب ایاک و سوال اہدنا الصراط المستقیم اور دست
بستہ کھڑا ہونا پھر کبہی جھکنا اور کبہی سر رکھدینا بدرجہ کمال اس حضور پر دال ہین یہی وجہ ہے کہ اختتام صلوۃ
پر سلام کو رکھا گیا کیونکہ انقطاع غیبت فی الجملہ پر جب سلام مسنون ہوا تو اس غیبت کبری کے انقطاع
کے بعد سلام کیون نہ مشروع ہوگا اس سے زیادہ اور کونسی غیبت ہوگی کہ عالم امکان ہی غائب
ہو کر عالم وجوب مین پہونچا بالجملہ امام وقت نماز دربار خداوندی مین حاضر ہوتا ہے اس صورۃ مین کسی
حال مین کہین ہونا تو کیا اوس درگاہ بے نہایت مین بہی امام سے علیحدہ ہو کر حاضر ہونا کافی نہین
وہ درگاہ تو بے نہایۃ ہے دریا سب متناہی ہین جب باوجود خارج از احاطہ سفینہ ہونا کافی نہین تو بارگاہ
غیر محدود رب معبود مین کہین ہونا کیا نافع ہوگا اوسکے احاطہ مین اور اوسکے ساتھ ہونا چاہئے یہی وجہ
ہوئی کہ نیت اقتدا ضرور ہے یعنی بمقتضای اتصاف بالعرض نیت اقتدا مقتدی کے ذمہ ضروری
ہے اس صورۃ مین مقتدی کو بہی حضور دربار خداوند عالم ضرور ہے مگر حضور دربار حکام مجازی و شاہان دنیا کو جو
لازم ہے کہ حاضر ہونیوالا نہا دہو کے لباس درست کرکے وہان پہونچے تو موند ادہر کو ہو آداب دربار
بجالاوے حاضران دربار خداوندی کے ذمہ یہ کیون نہوگا کہ پہلے پاک صاف ہو لے لباس مناسب پہنے
پہونچے تو روی نیاز ادہر کو ہو اپنے اپنے موقع پر آداب مناسب بجالاوے الغرض یہ امور جو

جواب حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحبؒ کا درباب تقلید و تراویح آٹھ رکعت اور پڑھنا ضاد کا بمخرج ظا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدمت مین علماء دین کی عرض ہی کہ ایک شخص کہ لنڈھورہ پرگنہ نگینہ ضلع بجنور کا رہنے والا آیا ہی کہتا ہی
کہ ضاد بمخرج ظا پڑھو ورنہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آٹھ رکعت پڑھو بیس رکعت پڑھنا فضول ہی
اور تقلید کسی امام کی نکرنا چاہیئے جس حالتمین کہ چارون مذہب سنت ہین پھر امام اعظمؒ کی تقلید
سے کیا فائدہ ہی جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرما کر ارسال کرین کہ اس شخص کو دیدیا جاوے

جواب مخدومن میان جی گھسیٹا صاحب سلامت۔ بعد سلام گذارش ہی کہ مین پرسون تیسرے روز
پہر کے دن دیوبند سے یہان اپنے وطن مین پہنچا آپکا خط ملا دیکھکر رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہی کہ آجکل
جسطرف سے صدا آتی ہی یہی آتی ہی کہ وہان مسلمانونمین اختلاف ہی وہان نزاع ہی کہین سے اتفاق کی
خبرین نہین آتی ہان کفار کے جتنے افسانے سنے جاتے ہین کیون اتفاق ہی اسطرح اتحاد ہی خیر بجز
انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہئے آپکی خوشنودی خاطر منظور ہی اسلیے جواب لکھتا ہون ورنہ
ایسے جھگڑونمین دخل دینا محض فضول سمجھتا ہون جناب من جیسی کہ بے کے جگہہ تے اور دال کی جگہہ
ذال اور حا کے بدلے خا اور شین کی عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کی مکان میم نہ کوئی
پڑھتا ہی اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہی اور ادنے سے لیکر اعلی تک ہر کوئی اس بات کو سمجھتا ہی ایسی ہی
ضاد کو چھوڑکر ظا پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہی یہ بات عقل و نقل کی روسے منجملہ تحریفات ہی جسکی
برائی خود کلام اللہ مین موجود ہی پھر معلوم نہین آجکل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہتے ہین
اور اہل اسلام کیون ایسی بات تسلیم کر لیتے ہین مگر شاید عوام فتوون کی مہرونکو دیکھکر بہک جاتے ہین اور
یہ کون جانے کہ کتابونکا سمجھنا اور فتوونکا لکھنا ہر کسیکو نہین آتا۔ اب تقلید کی بات سنئے لاریب

ہوتا ہی اوسنا قراءۃ خلف الامام کو منطبق نہین پاتے البتہ حامیان قراءۃ خلف الامام اسبابین
اگر بول سکتے ہین تو اتنا ہی بول سکتے ہین کہ روایۃ قراءۃ فاتحہ روایات ترک قراءۃ سے اقوی ہی مگر
اول تو یہ دعوی غیر مسلم اہل انصاف تو عجب نہین اسبات کو تسلیم نکرین اور اگر بالفرض اس بات کو تسلیم
ہی کیجیے تو اس کو عمل بالاحوط کہنا چاہیے از قسم ردوا الی اللہ والرسول نہین اور ظاہر ہی کہ عمل بالاحتیاط
اوسیوقت تک ہی جبتک حقیقۃ حال معلوم نہو اگر حقیقۃ الامر منکشف ہو جائے تو پھر احتیاط کیلیے موقع
ہی نہین رہتا اس حساب سے یون سمجھ مین آتا ہی کہ قوۃ روایۃ باعتبار رواۃ قوۃ سند سے بڑہکر ہے یہی
وجہ معلوم ہوتی ہی فقہاء کا سند مین زیادہ اعتبار ہوا اور کیونکہ روایۃ بالمعنی اکثر ہوتی ہی اوسمین
فہم ہی کی زیادہ ضرورۃ ہی بالجملہ باعتبار درایۃ نسخ قراءۃ مقتدی زیادہ موجہ ہی پھر اوسپر تعارض آیۃ
واذا قرئ القرآن سے تو باعتبار سند بھی تارکان قراءۃ ہی کیطرف رہی اوسپر بھی امام ابوحنیفہ پر طعن
اور تارکان قراءۃ پر عدم جواز صلوۃ کا الزام ہوا کرے تو کیا کیجیے زبان قلم کے آگے کوئی آڑ نہین دیوار
نہین پہاڑ نہین ہمکو دیکھیے باوجود توجیہات مذکورہ اور استماع تشنیعات معلومہ فاتحہ پڑہنے والونسے
دست وگریبان نہین ہوتے بلکہ یون سمجھکر کہ ہم تو کس حساب مین ہین امام اعظم بھی باوجود عظمۃ شان
امکان خطا سے منزہ نہین کیا عجب ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ ہی صحیح فرماتے ہون۔ اور ہم ہنوز انکے
قول کی وجہ نسمجھے ہون اس امر مین زیادہ تعصب کو پسند نہین کرتے پر جس وقت امام علیہ الرحمۃ کی توہین
سنی جاتی ہی دل جلکر خاک ہو جاتا ہی اور یون جی مین آتا ہی کہ ان زبان درازونکے مقابلہ مین ہم بھی ان
ترانیونپر آجائین اور دو چار ہم بھی سنائین پر آیہ واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما واذا مروا باللغو مروا کراما
اور احادیث منع نزاع مانع ہین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

یہ دیکھکر بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبون سے کام نرکھے تم
ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائینگے یا بیوقوف سو ایسی ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھکر جاہل اگر
تقلید چھوڑدین تو یون کہو علم تو تھا یا نہ تھا عقل دین بھی دشمنون ہی کو نصیب ہوئی اور جاہلونکو
جانے دیجئے آجکل کے عالم الیقین جانئے کل نہین تو اکثر جاہل ہی ہین بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے
بھی زیادہ جاہل ہین دو کتابین اردو کی نظمین دیکھکر وعظ کہتے پھرتے ہین اور علم کے نام خاک بھی
نہین جانتے کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالبعلم کو پڑہا سکے باقی ہی تراویح اُس
مین جو آجکل ملانون نے تخفیف نکالدی ہے یعنی بیس کی آٹھ کردی ہین تو ہر ایک کو بوجہ آسانی
یہ بات پسند آئی ہی پر یہ بات کوئی نہین سمجھتا کہ آٹھ رکعتین جو حدیث مین آئی ہین تو وہ تہجد کی
رکعتین ہین تہجد اور چیز ہی اور تراویح اور چیز تراویح کی بیس ہی رکعتین ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے زمانہ مین ہزارہا صحابہ تھے اوس زمانہ مین سے لیکر آجتک کسی نے بیس رکعت مین کچھ بحث
نکی تھی مگر آجکل ایسے ان پڑھے امی عالم پیدا ہوئے ہین کہ انہون نے حضرت عمر اور صحابہ کی
بھی غلطی نکالی سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال باقی یہ کہنا کہ حضرت عمر سے پہلے بیس رکعتین نہین
پڑہتے تھے یہ خیال خام ہی یہ بات اتنی بات سے کیونکر نکل آئی کہ حضرت عمر کے زمانہ مین بیس کا اہتمام
شروع ہوا دیکھئے پہلے زمانہ مین نکاح ثانی کا اسلئے چندان اہتمام نہتا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھے
تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر خیر کو آجکل معیوب سمجھنے لگے اونہون نے اسکا
ذکر اپنی تصانیف مین کیا آخر کار اونکی اولاد اور انکے شاگردون نے اسکو جاری کرنے مین کمر باندہی
مگر اسکے یہ معنی نہین کہ یہ نکاح ثانی شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے خاندان کا ایجاد ہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہین ایسی ہی بیس رکعت کو حضرت عمر اور انکے زمانہ کے
صحابیون کا ایجاد نہ سمجھے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھئے ورنہ اسکے یہ معنی ہونگے

دین اسلام ایک ہی اور چاروں مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہی
اور سارے طبیب کامل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق معالجہ ہی اور پھر وقت اختلاف تشخیص اطبا
یا مخالفت رای ڈاکٹران جس طبیب کا علاج یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہی ہر بات مین اُسیکا کہنا
کیا جاتا ہی دوسرے طبیب کی یا دوسرے ڈاکٹر کی رای نہین سنی جاتی ایسی ہی وقت اختلاف ائمہ
و مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع کیا جای ہر بات مین اُسکی تابعداری ضرور ہی ہان جیسی کبھی ایک طبیب
یا ڈاکٹر کا علاج چہوڑکر دوسرے کیطرف رجوع کر لیتے ہین اور پھر بعد رجوع ہر بات مین دوسرے کا اتباع
مثل اول کیا جاتا ہی ایسی ہی کبھی کبھی بعض بزرگون نے زمانہ سابق مین کسیوجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر
دوسرا مذہب اختیار کر لیا تہا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات مین دوسرے ہی کا اتباع کیا یہ نہین کیا
کہ ایک بات انکی لی اور ایک بات انکی لی اور اس تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچوان انداز گھڑ لیا امام
طحاوی جو بڑی محدث اور فقیہ ہین پہلی شافعی تہے پھر حنفی ہو گئے تہے بالجملہ بے تقلید کام نہین
چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کروڑون عالم اور محدث گذر گئے پر مقلد ہی رہے امام ترمذی کو دیکھیے کیسے
بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تہے ترمذی شریف اونہین کی تصنیف ہی باوجود اس کمال کے
مقلد ہی تہے اعتبار نہو تو ترمذی شریف کو دیکھ لیجیے جب ایسے ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی رہے
امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ
کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کونسا عالم ہو گا جسکے ذمہ تقلید ضروری نہو اگر کسی بڑے عالم نے
اماموں کی تقلید نکی بھی تو کیا ہوا اول تو کروڑون کے مقابلہ مین ایک دو کی کون سنتا ہی جس عاقل
سے پوچھو گے یہی کہیگا کہ جیطرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی با اینہمہ یہ کونسی
عقل کی بات ہی کہ اس بات مین عالمونکی چال ہم اختیار کرین یہ ایسی بات ہی کہ کوئی مریض جاہل
کسی طبیب کو مرض کیوقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہی اور دوسرے طبیب سے دوا نہین پوچھتا

53	H 54	H 55	H 56	H 57	H 58	H 59	
78	H 79	H 80	H 81	H 82	H 83	H 84	H
103	H 104	H 105	H 106	H 107	H 108	H 109	H
128	H 129	H 130	H 131	H 132	H 133	H 134	H
153	H 154	H 155	H 156	H 157	H 158	H 159	H
178	H 179	H 180	H 181	H 182	H 183	H 184	H
203	H 204	H 205	H 206	H 207	H 208	H 209	H
228	H 229	H 230	H 231	H 232	H 233	H 234	H
253	H 254	H 255	H 256	H 257	H 258	H 259	H

کہ حضرت عمر سنّی نہ تھے اُنکے زمانہ کے صحابہ سنی نہتھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کو مٹادیا اپنی سُنت جاری کردی اب تحسین فرماؤ حضرت عمر اور اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا بُرا سمجھنے والا کون ہوتا ہے میاں جیو صاحب حضرت عمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثوں مین موجود ہے ایک دو حدیث لکھے دیتا ہون اونھین مولوی صاحب سے اُنکا ترجمہ کرالینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہین ایک حدیث تو یہ لیجیے۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی۔ دوسری یہ لیجیے۔ اقتدوا بالذین من بعدی تیسری یہ لیجیے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم فقط

تمت

فہرست کتب از تصنیفات مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم مدفیوضہم مع اشتہار حمائل شریف و قرآن شریف

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
تقریر دلپذیر	۱۲/	قصائد قاسمی	۰۳/
ہدیۃ الشیعہ	۱۲/	قبلہ نما مجتبائی	۰۵/
لطائف قاسمیہ	۰۱/	انتصار الاسلام	۰۳/
دلیل محکم	۰۲/	قاسم العلوم حصہ اول	۰۸/
تحذیر الناس	۰۳/	ایضاً حصہ دوم	۰۸/
حجۃ الاسلام	۰۳/	ایضاً حصہ سوم	۰۸/
مذہب زمانی	۰۱/	انتباہ المومنین	۰۱/
حق الصریح		توثیق الکلام	
بیان التراویح	۰۱/	فیوض قاسمی	۰۳/
تصفیۃ العقائد مجتبائی	۱۰/	سیر خدا شناسی	۰۳/
رسالہ تحفہ لحمیہ	۰۱/	آب حیات	۱۲/
مباحثہ شاہجہانپور	۰۲/	اجوبۂ اربعین	۰۶/

قرآن شریف واضح

حلبی قلم مترجم بدو ترجمہ یک ترجمہ اردو لفظی شاہ رفیع الدین صاحب زیر متن و یک ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ صاحب برحاشیہ بند سہ وار ہر آیۃ مع فوائد بزبان اُردو کاغذ ولایتی سفید حاشیہ شدہ تقطیع کلان ۲۲-۲۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

	قیمت
ایک اشرفی یا للعہ روپیہ نقد کاغذ رسمی بلا جلد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	للعہ
ایضاً کاغذ چکنا سفید بلا جلد	للعہ
ایضاً کاغذ زرد	للعہ
ایضاً کاغذ رسمی مجلد درجہ اول	للعہ
ایضاً کاغذ چکنا سفید مجلد درجہ اول	للعہ
ایضاً کاغذ زرد مجلد درجہ اول	للعہ
ایضاً مصری کاغذ رسمی بلا جلد	للعہ
ایضاً مصری کاغذ چکنا ولایتی بلا جلد	للعہ
ایضاً کاغذ حنائی گندہ	للعہ
ایضاً کاغذ گندہ سفید	للعہ
ایضاً کاغذ سفید ولایتی چکنا	للعہ
ایضاً کاغذ گلابی تقطیع ۱۷-۲۴	للعہ

حمائل شریف مصری مترجم حسب اشتہار فی جلدی ملتی

	قیمت
ایضاً مصری کاغذ زرد بلا جلد	للعہ
ایضاً مصری کاغذ رسمی مجلد	للعہ
ایضاً مصری کاغذ چکنا ولایتی مجلد	للعہ
ایضاً مصری کاغذ زرد مجلد	للعہ